(۱۶)

دشمنانِ احمدیت کی حیا سوز کذب بیانیاں

(فرمودہ ۸؍مئی ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جب کبھی دنیا میں سچائی ظاہر ہوتی ہے تو جھوٹ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اضداد ہمیشہ ہی ایک دوسرے کی طرف ایک کشش رکھتی ہیں۔ جھوٹ کے مٹانے کیلئے سچائی آجاتی ہے اور سچائی کا مقابلہ کرنے کیلئے جھوٹ آجاتا ہے اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کبھی رحمانی طاقتوں اور شیطانی طاقتوں میں صلح ہو سکے۔ ہمیشہ ہی رحمانی طاقتیں شیطان کا زور توڑنے کیلئے دنیا میں پیدا ہوتی رہیں گی اور ہمیشہ ہی شیطانی طاقتیں سچائی کا مقابلہ کرنے کیلئے دنیا میں کھڑی ہوتی رہیں گی اور یہی معیار درحقیقت کسی روحانی جماعت کی صداقت کا ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جھوٹ استعمال کیا جاتا ہے۔

اس زمانہ کو جو ایک دو سال سے شروع ہے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں دو جھوٹ جمع ہو گئے ہیں ایک طرف مخالفینِ صداقت کا جھوٹ ہے اور دوسری طرف منافقین کا جھوٹ ہے۔ اس قسم کے دو جھوٹ بہت کم جمع ہؤا کرتے ہیں ورنہ عام طور پر لوگوں کو ایک ایک جھوٹ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ کبھی انہیں مخالفوں کے جھوٹ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور کبھی انہیں منافقوں کے جھوٹ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں جھوٹ جمع ہو جاتے ہیں جیسے

رسول کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں ان دونوں جھوٹوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آپ کو اہلِ مکہ کا بھی مقابلہ کرنا پڑا اور پھر آپ کو مدینہ میں جو منافقین کا گروہ تھا اس کا بھی مقابلہ کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور نصرت کر کے بتا دیا کہ خدا تعالیٰ جن کی مدد پر ہو اُن کے خلاف خواہ دشمن کی کتنی بڑی طاقتیں جمع ہو جائیں ذرّہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں بلکہ وہ ابدی زندگی پاتے اور مر کر بھی زندہ رہنے والے ہوتے ہیں پس ان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ انسان کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں یہی کہ وہ ماردیں، یہی کہ وہ جائداد یں چھین لیں، یہی کہ وہ مار پیٹ لیں، یہی کہ وہ گالیاں دیں اور اس طرح جذبات و احساسات کو صدمہ پہنچائیں مگر یہ سب عارضی چیزیں ہیں جن کی مؤمن پروا نہیں کرسکتا کیونکہ مؤمن کی جنت دائمی ہوتی ہے اور یہ عارضی نقصان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کسی باغ کی شاخ تراشی کی جائے۔ شاخ تراشی کے بعد درخت برباد نہیں ہو جاتے بلکہ وہ بڑھتے اور زیادہ پھل لاتے ہیں۔ اسی طرح مؤمن کو جب دُنیوی طور پر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ اس کی تباہی کا موجب نہیں ہوتا بلکہ اس کی ترقی کا موجب بن جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کو کفار نے اگر گالیاں دیں، آپؐ کی عزت و آبرو پر حملہ کیا، وطن سے نکالا اور قسم قسم کی نہ صرف ایذائیں دیں بلکہ ایذائیں ایجاد کیں تو کیا اس سے اشاعتِ اسلام میں کوئی روک واقع ہوگئی؟ اسی طرح حضرت امام حسینؓ کے مقابلہ میں یزیدی طاقتوں نے گو اتنی قوت پکڑی کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا لیکن یزید آج بھی یزید ہے اور امام حسینؓ آج بھی امام حسینؓ کہلاتے ہیں۔ ان کا نام لیتے وقت لوگ انہیں امام کہتے اور ان کی بادشاہت آج بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن یزید کی بادشاہت ایسی مٹی کہ آج کوئی اپنے بچوں کا نام یزید رکھنے کیلئے تیار نہیں۔ یزید کیسا اچھا نام ہے اس کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہی چلا جائے۔ ہمارے پنجاب میں لوگ اپنے بچوں کا نام اللہ ودھایا رکھتے ہیں جس کا عربی زبان میں اگر ہم ترجمہ کریں تو یزید ہی ہوگا مگر کوئی شخص اپنے بچہ کا یزید نام رکھنے کیلئے تیار نہیں ہوگا اللہ ودھایا نام رکھ لیں گے۔ تو یہ نام باوجود اس کے کہ اس کے معنے بہت اچھے تھے بالکل ذلیل ہوگیا اور آج اس نام سے کوئی شخص اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو موسوم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اگر کوئی یہ نام رکھتا بھی ہے تو اس کے ساتھ کوئی لفظ بڑھا دیتا ہے جیسے بایزید مگر صرف یزید کا لفظ مسلمانوں میں بالکل متروک ہے۔ اس کے مقابلہ میں

گِنا جائے تو کتنے ہیں جو حسین کہلاتے ہیں۔ اگر تعداد معلوم کی جائے تو حسین نام رکھنے والے لاکھوں نکل آئیں گے اور ہر زمانہ میں نکل آئیں گے پھر وہ سارے کے سارے سوائے خوارج کے نام لیں گے تو امام حسینؓ ہی کہیں گے اور حضرت کہہ کے ہی پکاریں گے۔ تو کسی مخالف کی مخالفت دنیا میں روحانیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہاں مخالفت کرنے والا تھوڑی دیر کیلئے اپنے دل کو خوش ضرور کر لیتا ہے۔

میں نے کہا ہے اِس زمانہ میں ہمارے خلاف دونوں قسم کے مخالف کھڑے ہیں اور جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی جھوٹ کے ہتھیار سے حملہ کر رہے ہیں جو بیرونی دشمن ہیں اور وہ بھی جو اندرونی دشمن یعنی منافق ہیں۔ منافق جب کبھی دیکھتا ہے کہ جماعت پر باہر سے حملہ ہو رہا ہے تو وہ اپنا سر اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ہماری جماعت کی شدت سے مخالفت ہو رہی ہے اس لئے کئی منافقین نے جو پہلے دبے ہوئے تھے آج سر اُٹھانا شروع کر دیا ہے اور وہ اپنی تنظیم کی فکر میں لگ گئے ہیں لیکن منافق کی تنظیم کوئی تنظیم نہیں ہُوا کرتی اور نہ مخالف کا حملہ روحانی جماعتوں کیلئے کوئی نقصان رساں حملہ سمجھا جا سکتا ہے۔

جھوٹ تو ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمیشہ بولا ہی جاتا ہے اور اگر ان کے جھوٹوں کو گِنا جائے تو ان کا شمار نا ممکن ہو لیکن بعض دفعہ تو وہ ایسا کھلا جھوٹ بولتے ہیں کہ حیرت آجاتی ہے کہ دشمن جب جھوٹ بولنے پر آجائے تو وہ کس طرح سَو فیصدی جھوٹ بول جاتا ہے۔ جب انسان خود سچائی کا پابند ہو تو خیال کرتا ہے کہ کوئی شخص آخر کتنا جھوٹ بول سکتا ہے، پانچ، دس، پندرہ یا بیس فیصدی، اس سے زیادہ جھوٹ وہ کیا بولے گا۔ چنانچہ میرا اپنا یہی خیال تھا میں سمجھا کرتا تھا کہ کوئی آخر کتنا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر اس نے سَو باتیں بیان کی ہیں تو ممکن ہے کہ ان میں سے پانچ جھوٹ ہوں اور پچانوے سچ۔ یا دس جھوٹ ہوں اور نوّے سچ، اس سے بڑھ کر تو جھوٹ بول نہیں سکتا لیکن جب آہستہ آہستہ میرا تجربہ بڑھا تو مجھے معلوم ہُوا کہ پچاس ساٹھ فیصدی جھوٹ بھی لوگ بول لیا کرتے ہیں اور اب اِس نئی جنگ میں جو احرار سے شروع ہے مجھے پتہ لگا کہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے سَو فیصدی جھوٹ بولا جاتا ہے بلکہ اگر ان کے امکان میں ہوتا کہ سَو فیصدی سے بھی زیادہ جھوٹ بول سکتے تو وہ ضرور زیادہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتے۔ پھر ایسا کھلا جھوٹ بولا جاتا

ہے کہ جس کا پہچاننا کسی کیلئے مشکل ہی نہیں ہوتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے مگر وہ اسے بیان کرتے اور کھلے بندوں بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہر شخص جو حالات سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ مثلاً ابھی پچھلے چند دنوں میں ان مخالفوں کی طرف سے ایسے ایسے جھوٹ بولے گئے ہیں جو سرتاپا جھوٹ ہیں اور جن میں ایک فیصدی سچائی بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر جھوٹ بھی ایسی دلیری سے بولے گئے ہیں کہ یہ نہیں کہا گیا یہ سنی سنائی باتیں ہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ یہ ہماری آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی باتیں ہیں۔

مثلاً پچھلے دس بیس دن کے اندر اندر احرار کی طرف سے جو جھوٹ بولے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احمدیوں کے خلیفہ کی جوان بیٹیاں قادیان میں غیروں کے گھروں سے چندہ مانگتی پھرتی ہیں۔ اب جھوٹ بنانے کو تو انہوں نے بنالیا مگر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اتنا کھلا جھوٹ ہے کہ قادیان کا کوئی شخص اسے صحیح تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ قادیان کی آبادی اِس وقت آٹھ دس ہزار افراد پر مشتمل ہے، ان میں ہندو بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، غیر احمدی بھی اور قریباً آٹھ ہزار احمدی ہیں اتنی بڑی جماعت کے سامنے انہوں نے یہ جھوٹ بول دیا اور اس کا نام مذہبی خدمت رکھ دیا۔ پھر خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا کہ لڑکیاں جوان ہیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی خیال کرے کہ شاید احمدیوں کے خلیفہ کی چھوٹی عمر کی بیٹیاں مانگتی پھرتی ہیں۔

اس قسم کا جھوٹ بول کر دشمن یہ خیال کر لیتا ہے کہ قادیان کے لوگ اگر سمجھ بھی گئے کہ یہ جھوٹ ہے تو باقی دنیا تو حالات سے واقف نہیں وہ تو اسے درست مان لے گی۔ مثلاً لاہور کے لوگوں کو کیا پتہ ہے کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ، افتراء ہے یا امرِ واقعہ؟ اور چونکہ اکثر ان میں سے ہمارے مخالف ہیں اس لئے ضروری ہے کہ وہ کہیں یہ سچ ہے۔ اسی طرح گورداسپور کے لوگوں کو کیا پتہ، امرتسر کے لوگوں کو کیا پتہ، پشاور کے لوگوں کو کیا پتہ کہ یہ افتراء ہے یا نہیں وہ لازماً ان باتوں کو سچ سمجھیں گے اور اس طرح جماعت سے نفرت پیدا ہوگی۔ مگر یہ جو نظریہ ہے کہ اگر قادیان کے لوگوں نے اسے جھوٹ سمجھ لیا تو کیا ہوا باہر کے لوگ تو اسے افتراء نہیں سمجھیں گے اس سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کا افتراء کرنے والے اپنی قوم کا معیارِ عقل بہت چھوٹا تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح انہوں نے ہماری ہی ہتک نہیں کی بلکہ اپنی قوم کی ہتک بھی کی ہے اور انہوں نے یہ

جھوٹ بول کر تسلیم کر لیا ہے کہ ان کے بھائی بند اور ہم قوم گاؤدی! اور احمق ہیں وہ جو کچھ کہیں گے وہ اُسے مان لیں گے خواہ وہ بات معقولیت سے کس قدر دور ہو اور کبھی اس پر غور نہیں کریں گے۔ مگر کیا تعجب کی بات نہیں کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ قادیان کے لوگوں کو کنگال کر دیا، ان کا تمام مال، ان کی تمام املاک لوٹ لیں، وہ فاقوں مر رہے ہیں اور ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں اور دوسری طرف جب ان کی تمام دولت میرے پاس آ جاتی ہے اور میں انہیں اچھی لوٹ لیتا ہوں تو میری جوان بیٹیاں ان کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مال و دولت لُٹا دینے کی وجہ سے قادیان کے لوگ کنگال ہو گئے ہیں اور ان کی دولت میں نے لُوٹ لی ہے تو پھر میری لڑکیوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ان کنگالوں کے گھروں پر مانگنے جاتے ہیں صریح طور پر خلافِ عقل بات نہیں تو اور کیا ہے۔

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ کوئی میراثی تھا اس کے گھر رات کو چور آیا اس نے کمرے میں اِدھر اُدھر تلاش کی مگر کوئی چیز نہ ملی۔ جب سب طرف سے مایوس ہو گیا اور اُسے یہ ڈر بھی پیدا ہؤا کہ کوئی جاگ نہ اُٹھے اور میں پکڑا جاؤں تو اس نے جلدی جلدی مکان میں گھومنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک جگہ روشندان میں سے چھن چھن کر چاندنی پڑ رہی تھی اُس نے سمجھا کہ یہ آٹا ہے جلدی میں اُس نے زمین پر چادر پھیلا دی مگر جب چاندنی کو آٹا سمجھ کر سمیٹنا چاہا تو اس کے دونوں ہاتھ خالی کے خالی آپس میں مل گئے۔ اِسی دوران میں اتفاقاً میراثی کی آنکھ بھی کھل چکی تھی اور وہ سب نظارہ بستر پر لیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا جب اس چور نے آٹا سمجھ کر اسے اکٹھا کرنا چاہا اور دونوں ہاتھ خالی مل گئے تو میراثی ہنس کر کہنے لگا ''ججمان ایتھے تے دن نوں کچھ نہیں لبھدا تُو رات نوں کی لبھدا ایں''۔ یعنی میرے آقا! اس گھر میں تو دن کو بھی کچھ نظر نہیں آتا آپ رات کو یہاں کیا تلاش کر رہے ہیں۔ تو ایک طرف احرار کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے لوگوں کو لوٹ لیا اور ان کے مال ہضم کر لئے کنگال اور فقیر بنا دیا وہ بھوکے مرتے ہیں مگر انہیں کوئی نہیں پوچھتا اور دوسری طرف کہا جاتا ہے میری جوان بیٹیاں قادیان میں گھر گھر لوگوں سے مانگتی پھرتی ہیں حالانکہ جب بقول ان کے میں نے تو لوگوں کو لوٹ لیا ہے پھر میری بیٹیاں ان کنگالوں کے گھروں میں کچھ مانگنے کس طرح جا سکتی ہیں۔ مگر اس تضاد اور اختلاف کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ان کا مقصد محض

جھوٹ بولنا ہے ایک جگہ ایک رنگ میں جھوٹ بول دیا اور دوسری جگہ دوسرے رنگ میں۔ گویا وہ سمجھتے ہیں کہ احرار اتنے احمق ہیں کہ وہ ان دونوں جھوٹوں کو جو آپس میں بالکل متضاد ہیں صحیح ماننے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ اس جھوٹ کو بھی وہ درست سمجھیں گے کہ میری جوان بیٹیاں لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں اور اِس جھوٹ کو بھی صحیح قرار دیں گے کہ میں لوگوں کو لُوٹ لُوٹ کر کنگال بنا چکا ہوں اور عقل و سمجھ سے کام لے کر ذرہ بھر بھی نہیں سوچیں گے کہ اگر یہ سچ ہے کہ میں لوگوں کو لوٹ لوٹ کر بہت بڑا امیر بن چکا ہوں تو پھر یہ جھوٹ ہے کہ میری جوان بیٹیاں قادیان میں ٹکڑا سے محتاج لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں اور اگر یہ صحیح ہے کہ میری جوان بیٹیاں لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں تو پھر یہ جھوٹ ہے کہ میں نے قادیان کے لوگوں کو لوٹ لوٹ کر انہیں کنگال بنا دیا ہے مگر وہ اس فرق کو نہیں سوچیں گے اور بلا سوچے سمجھے ان دونوں جھوٹوں کو صحیح تسلیم کر لیں گے۔ جو جماعت ایسی گدھی اور احمق ہو جائے یا جس کے لیڈر اسے اتنا احمق اور بیوقوف سمجھتے ہوں اُس نے دنیا میں کام کیا کرنا ہے اور کونسی خدمتِ دین کر سکتی ہے وہ تو آج بھی تباہ ہوئی اور کل بھی تباہ ہوئی۔

پھر اس کے بعد دوسرا جھوٹ بولا گیا ہے کیونکہ آخر چند دنوں کے بعد اخبار میں کوئی اور دلچسپ خبر بھی تو ہونی چاہئے تھی کہ اب لوگوں سے خلیفہ کی بیٹیاں مانگ مانگ کر چونکہ تھک گئی ہیں اور کچھ وصول نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اپنی بیویوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں پر مانگنے کیلئے جایا کریں۔ چنانچہ احرار کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ احمدیوں کے خلیفہ نے اپنی چاروں بیویاں بلائیں اور ان سے کہا کہ پہلے تو میں تمہارے سنگھار پر تم سے محبت کیا کرتا تھا مگر اب لوگوں کے گھروں سے مانگنے پر تم سے محبت کیا کروں گا اور جتنا جتنا زیادہ کوئی بیوی مانگ کر لائے گی اتنی ہی زیادہ میری محبت اُسے حاصل ہوگی۔ لکھا ہے کہ جب میری بیویوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے کہا کہ اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل میں لوگوں کے گھروں سے مانگ کر لایا کریں گی۔ مگر جو میری چوتھی بیوی ہیں ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے انکار کیا اور کہا میں تو ہرگز گھروں پر جانے اور لوگوں سے مانگنے کیلئے تیار نہیں اور چونکہ اس جواب کا باقی بیویوں پر اثر پڑا ہے اس لئے اب سکیمیں سوچی جا رہی ہیں کہ اُس بیوی کو کس طرح سزا دی جائے تا کہ وہ بھی باقی

بیویوں کی طرح مانگنے پر تیار ہو جائے گویا یہ خبر پہلی خبر کا تتمہ ہے۔ ان اخباروں کے وہ خریدار جو اتنے احمق اور بیوقوف ہیں کہ جو بات ان کے سامنے بیان کی جائے خواہ وہ کتنی ہی جھوٹ اور خلافِ واقعہ ہواُسے ماننے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں ان کیلئے کچھ تعجب نہیں کہ اخبار والے آئندہ یہ خبر بھی لکھ دیں کہ چونکہ بیویوں کے ذریعہ مانگنے پر بھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا اس لئے اب احمدیوں کے خلیفہ نے اپنے مرید لے کر قادیان کے تمام احراریوں کے گھروں پر حملہ کر دیا ہے اور تمام مال ومتاع لُوٹ کر گھروں سمیت انہیں صفحۂ دنیا سے غائب کر دیا ہے۔ اس کے چند دن بعد یہ خبر دے دیں کہ امرتسر کے فلاں فلاں محلے غائب ہو گئے ہیں اور انہیں احمدیوں کا خلیفہ اُٹھا کر قادیان لے گیا ہے۔ پھر لکھ دیں کہ لاہور سب کا سب غائب ہو گیا ہے اور سنا گیا ہے کہ قادیانی جماعت کا خلیفہ اُسے اپنی جیب میں ڈال کر لے گیا ہے۔ اور اس کے بعد شائع کر دیں کہ فلاں صوبہ بالکل مفقود ہے اور شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ صوبہ بھی احمدیوں کے خلیفہ نے اپنے مریدوں کی معرفت قادیان اُٹھوا منگوایا ہے۔ احرار نے اپنے چیلوں کو اس قدر احمق بنا دیا ہے کہ کچھ تعجب نہیں ان کے چیلے ایسی خرافات کو بھی تسلیم کر لیں ۔ بے شک پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں شیطان نے جھوٹ بولا ہے مگر تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا کہ کبھی اتنا نڈر ہو کر شیطان نے جھوٹ بولا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اب یہ سمجھتا ہے کہ احرار کے ذریعہ سے شیطانوں کی ایک وسیع جماعت پیدا ہو گئی ہے اس لئے اب میں جو چاہوں کہوں وہ اسے درست تسلیم کر لیں گے۔ پس چونکہ شیطان کے نزدیک اب ان مخالفوں میں کوئی آدمی نہیں رہا سب شیطان ہو گئے ہیں اسی لئے وہ اس قدر کھلا جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اخباروں میں چھاپنا شروع کر دیتے ہیں۔

پھر انہی دنوں ہماری مجلس شوریٰ کی کارروائیوں کا ان اخبارات میں ذکر چھپتا رہا ہے مگر جو دوست مجلس میں شامل تھے وہ اگر ان باتوں کو سُنیں تو حیران ہو جائیں کہ یہ کس مجلسِ شوریٰ کا ذکر ہو رہا ہے وہ تو یہی سمجھیں کہ یہ کوئی نرالی مجلسِ شوریٰ ہے جس مجلسِ شوریٰ میں ہم شامل تھے اس کا یہ ذکر نہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک اس مجلسِ شوریٰ میں مَیں نے کئی گھنٹے اپنی تقریر میں میر قاسم علی صاحب کی خبر لی حالانکہ مجلسِ شوریٰ میں اُن کا نام تک نہیں آیا۔ اسی طرح بعض واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں کہ بیرونی جماعتوں کو اس رنگ میں ڈانٹ پڑی حالانکہ مجلسِ شوریٰ میں اس

رنگ میں کوئی ذکر تک نہیں آیا تھا۔

پھر گزشتہ ایام سے برابر ایک تسلسل ایسی فہرستوں کا چلا آتا ہے جن میں مرتدین کے نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں مگر جب ان کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے تو کچھ تو واقعہ میں ایسے لوگ ثابت ہوتے ہیں جو لوگوں کے بہکائے یا ڈرائے سے احمدیت چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر یہ بہت قلیل تعداد ہوتی ہے زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جب ہم ان کے متعلق تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ فلاں تو عرصہ سے ہماری جماعت کا سخت مخالف ہے اس نے کبھی احمدیت قبول ہی نہیں کی۔ اس کے ارتداد کا اعلان کیسا، پھر فلاں کو جماعت سے خارج ہوئے مثلاً سال دو سال ہوگئے ہیں آج اُس کے مرتد ہونے کا اعلان کیا معنے رکھتا ہے، پھر بعض نام ایسے احمدیوں کے بھی ہوتے ہیں جو نہایت مخلص ہوتے ہیں مگر ان کی طرف افتراء کے طور پر یہ بات منسوب کر دی جاتی ہے کہ انہوں نے احمدیت سے ارتداد کیا۔ آج ہی میں نے الفضل میں ایک شخص کا اعلان پڑھا ہے وہ کہتا ہے میرا نام بھی احراریوں نے مرتدین میں شائع کر دیا ہے حالانکہ مَیں خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہوں۔ یہ جھوٹ گویا اس قسم کے جھوٹوں میں سے ہے جس میں قدرے سچائی بھی ہوتی ہے یعنی کچھ واقعہ میں مرتد ہوگئے ہوتے ہیں لیکن اکثر نام ایسے ہی لوگوں کے ہوتے ہیں جو یا تو ہماری جماعت کے سخت مخالف ہوتے ہیں یا جماعت سے ایک عرصہ سے خارج ہو چکے ہوتے ہیں یا پھر مخلص احمدی ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے جو بھی چندہ کی تحریک ہوتی ہے اس کے متعلق ''احسان'' اور ''مجاہد'' میں چھاپ دیا جاتا ہے کہ یہ تحریک اس لئے کی گئی ہے کہ مرزا محمود کو فلاں ضرورت پیش آئی تھی اس کیلئے روپیہ درکار تھا اس لئے چندہ کی تحریک کر دی گئی۔

پھر اس ضمن میں ان احرار کا ایک چہیتا مضمون ہے۔ یعنی وہ ان تمام رقوم کو ایک استانی کی خاطر قرار دیتے ہیں جو قادیان صرف ایک دن کیلئے آئی تھی اور یہ دیکھنے آئی تھی کہ وہ یہاں رہ کر کام کر سکتی ہے یا نہیں اور یہ دیکھ کر کہ اس کی لڑکیوں کی تعلیم کا یہاں انتظام نہ ہو سکے گا واپس چلی گئی تھی۔ اب جو بھی چندہ کی تحریک ہو وہ اُس کی خاطر سمجھی جاتی ہے اور اس طرح احرار کے نزدیک اب تک لاکھوں روپیہ اس کیلئے جماعت سے لیا جا چکا ہے۔ ساٹھ ہزار قرض کی جو تحریک کی گئی تھی وہ بھی ان کے نزدیک اسی کیلئے کی گئی تھی۔ پھر اور بھی جو تحریکیں ہوتی ہیں وہ اسی کیلئے سمجھی جاتی ہیں۔

غرض صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کوئی تحریک ہو وہ انہی اغراض کیلئے سمجھی جاتی ہے حالانکہ ان نادانوں کو معلوم نہیں کہ صدر انجمن احمدیہ کا ایک ایک پیسہ رجسٹروں میں درج ہوتا ہے۔ انہوں نے غالباً صدر انجمن احمدیہ کی وصولی چندہ کو اپنے چندوں کی طرح سمجھا ہؤا ہے۔ ان کا طریق تو یہ ہے کہ مثلاً مولوی عطاء اللہ صاحب کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ چندہ لاؤ ہم زردہ کھائیں گے، ہم پلاؤ کھائیں گے، ہم فرسٹ اور سیکنڈ کلاس میں سفر کریں گے مگر حساب نہیں دیں گے۔ لوگوں نے سمجھا بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم چندہ کا حساب مانگیں تو یہ نہ دیں یہ دل لگی کر رہے ہیں۔ انہوں نے چندہ دے دیا مگر بعد میں جب لوگوں نے حساب مانگا تو کہہ دیا ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہم چندہ لیں گے مگر حساب نہیں دیں گے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ ہم چندہ لے کر پلاؤ زردہ کھائیں گے اور فرسٹ اور سیکنڈ کلاس میں سفر کریں گے، موٹروں پر سوار ہوں گے مگر حساب نہیں دیں گے اب تم حساب کس طرح لے سکتے ہو۔ پس انہوں نے خیال کیا کہ شاید ہمارے چندے بھی ان کے چندوں کی طرح آتے اور ذاتی ضروریات میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے چندے تو ایسی احتیاط سے رجسٹروں میں درج کئے جاتے ہیں کہ بعض دفعہ چند پیسوں کیلئے دو دو تین تین مہینہ تک رجسٹروں کی پڑتال کی جاتی اور حساب کی چھان بین ہوتی رہتی ہے۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ میں نے فلاں دن اتنا چندہ بھیجا مجھے مقامی رسید مل گئی ہے مگر مرکزی حساب میں درج نہیں ہؤا۔ یا ڈاک خانہ کی طرف سے تو روپوں کے پہنچنے کی رسید مل گئی مگر دفتر کی طرف سے نہیں ملی اِس پر دفاتر کی معرفت تحقیق کرائی جاتی ہے اور جب چندہ بھیجنے والے کی تسلی نہ ہو تو وہ مجھے لکھتے ہیں اور میں تحقیقات کرتا ہوں اور اُس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک حساب صاف نہ ہو جائے اور جو اُلجھن پیدا ہوئی ہو وہ دُور نہ ہو جائے۔ تو چونکہ وہ ہمارے حالات کو نہیں جانتے اس لئے اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں۔

ان کی مثال بالکل اس زمیندار کی سی ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کے قریب چند نوجوان بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ملکہ وکٹوریہ کیا کھاتی ہوگی؟ وہ چونکہ شہروں میں بھی پھر چکے تھے اس لئے ان میں سے کوئی کہتا پلاؤ کھاتی ہوگی، کوئی کہتا زردہ کھاتی ہوگی، کوئی کہتا متنجن کھاتی ہوگی، اسی طرح ہر ایک نے جس چیز کو وہ زیادہ پسند کرتا تھا اس کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا

کہ ملکہ وکٹوریہ یہ کھاتی ہوگی۔ یہ باتیں سن سن کر وہ زمیندار تنگ آ گیا کہنے لگا۔ ہوں! ہوں! تم سب بیوقوف ہو بھلا یہ بھی کوئی کھانے کی چیزیں ہیں۔ اصل بات مَیں تمہیں بتاتا ہوں۔ ملکہ نے دو کوٹھڑیاں گڑ سے بھر رکھی ہوں گی وہ ٹہلتی ٹہلتی اُدھر جاتی ہوگی تو گڑ کی بھیلی منہ میں ڈال لیتی ہوگی پھر دوسری طرف جاتی ہوگی تو دوسری کوٹھڑی سے گڑ کی بھیلی نکال کر منہ میں ڈال لیتی ہوگی۔ وہ چونکہ گڑ کھانے کا عادی تھا اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ ملکہ بھی گڑ ہی کھاتی ہوگی۔ اِسی طرح چونکہ احرار کو خود لوگوں سے چندے وصول کر کے کھانے کی عادت ہے اس لئے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارے ہاں بھی یہی کچھ ہوتا ہوگا۔

چنانچہ پندرہ بیس سال کی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک اخبار میں چھپا تھا کہ قادیان میں جب لوگوں کے منی آرڈر پہنچتے ہیں تو سب لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ لانا ہمارا حصہ کہاں ہے؟ ہر ایک کا روپیہ میں کچھ حصہ مقرر ہوتا ہے۔ مثلاً میرا دو آنے فی روپیہ حصہ ہؤا، مولوی شیر علی صاحب کا روپیہ میں سے دو پیسے، مفتی محمد صادق صاحب کا دو پیسے، مولوی غلام رسول راجیکی صاحب کے دو پیسے، مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے دو پیسے ہوئے۔ جس وقت منی آرڈر پہنچتے ہیں سب دَوڑ پڑتے ہیں اور مسجد میں اکٹھے ہو کر روپیہ کو آپس میں بانٹ کر اپنے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔

اب ہم تو اپنے دل میں اِن خبروں کو پڑھ کر یا تو ہنس دیتے ہیں یا ہمیں درد پیدا ہوتا ہے کہ انسان جب شرافت سے عاری ہو جاتا ہے تو کس طرح کُتّے اور سؤر جتنی بھی نیکی اس میں باقی نہیں رہتی۔ کُتّے اور سؤر میں پھر بھی کچھ حیا ہوتی ہے مگر ایسے صریح جھوٹ بولنے والوں میں تو اتنی بھی حیا نہیں رہی جتنے کُتّے اور سؤر میں پائی جاتی ہے۔ پھر کبھی حیرت آ جاتی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر کوئی ایسا غضب نازل ہونے والا ہے کہ یہ کمبخت صفحۂ ہستی سے بالکل مٹا دیا جائے گا اور اس کا سچائی سے کوئی واسطہ نہ رہے گا۔

پھر تھوڑے ہی دن ہوئے احرار کے ایک اخبار میں ایک اور خبر شائع ہوئی اور لطیفہ یہ ہے کہ ایک ہی اخبار میں ایک ہی صفحہ پر دو متضاد خبریں درج کر دی گئیں۔ ان دونوں میں ذکر تھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب قادیان میں آئے اور میری اُن سے گفتگو ہوئی۔ ایک خبر میں تو اس

گفتگو کو خواب کے رنگ میں بیان کیا گیا تھا اور ایک میں نامہ نگار کی طرف سے وہ گفتگو بیان کی گئی تھی۔ مگر ایک میں تو لکھا تھا کہ میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو خوب ڈانٹا اور دوسری میں یہ لکھا تھا کہ چوہدری صاحب نے مجھے خوب ڈانٹا۔ ایک میں تو مَیں انہیں ڈانٹتا ہوں کہ آپ کچھ بھی نہیں کرتے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر آپ کو کیوں بنایا گیا تھا جب آپ ہماری مشکلات کو دور کرنے کیلئے کوئی علاج نہیں کرتے۔ اور دوسری میں وہ مجھے ڈانٹتے ہیں کہ میں تدبیریں کر کے تھک جاتا ہوں مگر تم اپنی بیوقوفی سے کام خراب کر دیتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں یہ خبریں جس نے لکھیں وہ کوئی معمولی نامہ نگار نہ تھا کیونکہ میری ملاقات کے وقت ملنے والے احمدی کے سِوا اور میرے سِوا دوسرا کوئی شخص وہاں موجود نہیں ہوتا۔ صرف جب غیر شخص ملنے والا ہو تو دفتر کا کوئی آدمی یا کوئی اور دوست وہاں موجود ہوتے ہیں کسی احمدی کی ملاقات کے وقت ایسا نہیں کیا جاتا۔ پس جبکہ وہ بالکل الگ کمرہ تھا جس میں گفتگو ہوئی اور اُس وقت اور کوئی تیسرا آدمی پاس موجود نہ تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نامہ نگار آدمی نہیں تھا بلکہ یہ تو چھپکلی تھا یا مکھی یا چیونٹی تھا یا کوئی سنپولیا تھا جو کسی بدررو[۲] میں چھپا بیٹھا تھا بہر حال وہ انسان نہیں ہوسکتا۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا کہ احرار کو کوئی ایسا طلسم آگیا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مکھی بن کر میری پگڑی پر یا چوہدری صاحب کے کوٹ پر بیٹھ جاتے ہیں لیکن خبر بھی نہیں ہوتی کہ کمرہ میں کوئی اور آدمی ہے اور ہم راز کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں مگر ''مجاہد'' اور ''احسان'' کا نامہ نگار مکھی بنا خود ہمارے کپڑوں پر بیٹھا ہؤا ہوتا ہے اور ہنس ہنس کر کہتا جاتا ہے کہ آج ان کا راز خوب معلوم ہؤا اور پھر بعد میں شائع کر دیتا ہے۔

غرض کوئی احمق یہ نہیں سوچتا کہ وہ نامہ نگار کہ جس نے وہ خبر لکھی اس وقت بیٹھا کہاں تھا اور اس نے وہ گفتگو سنی کس طرح سے جو میرے اور چوہدری صاحب کے درمیان ہوئی۔ خواہ اس کا کوئی موضوع ہو وہ ''احسان'' یا ''مجاہد'' کے نامہ نگار کو معلوم کس طرح ہوگئی جبکہ گفتگو جس وقت ہوئی اُس وقت کمرہ میں اَور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور یہ طریق صرف چوہدری صاحب سے مخصوص نہیں جماعت کے وہ ہزاروں دوست جو سال بھر میں مجھ سے ملتے ہیں جانتے ہیں کہ وہ اکیلے ملتے ہیں سوائے اِس کے کہ وہ خود کسی دوسرے دوست کو ساتھ لے آئیں۔ یا سوائے مشتبہ لوگوں کے کہ ان کی گفتگو کے وقت کسی گواہ کا موجود رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح چوہدری صاحب مجھ سے

جب ملتے ہیں علیحدگی میں ملتے ہیں اُس وقت اور کوئی پاس نہیں ہوتا۔ ہاں اگر مشترکہ امور پر گفتگو ہوتو اُس وقت جماعت کے اور دوست بھی ہوتے ہیں اور چوہدری صاحب بھی۔ پس ایسی پرائیویٹ گفتگو کی خبر ''احسان'' یا ''مجاہد'' کو کس طرح ہوسکتی ہے سوائے اِس کے کہ میں یہ سمجھوں کہ ''احسان'' اور ''مجاہد'' کا نامہ نگار اس وقت سنپولیا بنا ہوا کسی بدررو میں بیٹھا تھا یا مکھی بن کر کرسی پر بیٹھا تھا یا چھپکلی بن کر روشندان میں موجود تھا اور اس نے ہماری باتیں سن کر ''احسان'' اور ''مجاہد'' میں شائع کرادیں۔ پس اگر کوئی ایسا طلسم ان کے ہاتھ میں آ گیا ہے تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ سوائے اس کے کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ شیطان کے چیلے ہیں جو ساری دنیا کو اُلّو بنا رہے ہیں۔ اِن جھوٹوں کا صرف ایک علاج ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ اُجرت ہم دینے کیلئے تیار ہیں ''مجاہد'' اور ''احسان'' والے جب اس قسم کی کوئی خبر شائع کریں تو اس کے آخر میں یہ لکھ دیا کریں۔

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

اس طرح جتنی رپورٹیں وہ ہمارے متعلق شائع کریں ان کے بعد لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کے الفاظ بھی لکھ دیا کریں اور ان الفاظ کی قیمت مناسب اشتہاری ریٹ پر وہ ہم سے لے لیا کریں۔ میری طرف سے انہیں کھلی اجازت ہے کہ وہ ان رپورٹوں اور اطلاعات کو درج کرنے کے بعد ہر رپورٹ کے نیچے لکھ دیا کریں کہ جماعت احمدیہ کا جواب اس رپورٹ کے متعلق یہ ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہ اور صرف اتنے حصے کی اُجرت کا بل بنا کر مجھے بھیج دیا کریں میں انہیں روپیہ ادا کردوں گا۔ اِس صورت میں ہمارے نزدیک یہی جواب کافی ہوجائے گا اور پھر انہیں یہ بھی فائدہ ہوگا کہ انہیں پیسے مل جائیں گے۔ غرض اس طرح انہیں خبر کی خبر مل جائے گی، اخبار بھی دلچسپ رہے گا اور ہم سے پیسے بھی وصول کرسکیں گے جس کے ذریعہ ممکن ہے وہ اپنے نامہ نگاروں کا گھر بھرسکیں۔

مخالفین کے اِن جھوٹوں کے ساتھ کچھ منافق بھی کھڑے ہوگئے ہیں اور یہ بھی ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے جن میں سے تو کچھ قادیان میں رہ کر اور کچھ اخباروں والوں سے مل کر فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ابھی تین چار دن ہوئے ایک دوست نے ایک خط بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ بعض بڑے بڑے بزرگ کہتے ہیں (نہ معلوم وہ کون سے بزرگ ہیں) کہ

خلیفہ صاحب کی بیویاں سفر میں ہمیشہ فرسٹ کلاس ہوٹلوں میں ٹھہرا کرتی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سوائے ایک دفعہ کے وہ فرسٹ کلاس چھوڑ کبھی تھرڈ کلاس ہوٹلوں میں بھی نہیں ٹھہریں۔ وہ استثناء ۱۹۱۸ء کے شروع کا ہے اُس وقت میں سخت بیمار ہؤا تھا اور ڈاکٹروں نے سمندر پر جانے کا مشورہ دیا تھا اُس وقت بمبئی جاتے ہوئے میرے ساتھ ناصر احمد کی والدہ اور امۃ الحئی مرحومہ تھیں اُس وقت دہلی میں کسی احمدی کا مکان ہمارے قافلہ کو رکھنے کے قابل نہ تھا اس لئے کارونیشن ہوٹل میں جو ایک معمولی ہندوستانی ہوٹل ہے ہماری رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کے سِوا کبھی میری کوئی بیوی میری یاد اور میرے علم میں کسی فرسٹ یا سیکنڈ یا تھرڈ کلاس ہوٹل میں نہیں ٹھہری۔ بیویاں تو الگ رہیں میں خود بھی ایک دفعہ کے سِوا کسی فرسٹ کلاس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا مگر وہ بھی تبلیغی ضرورتوں کے لئے قیام تھا۔ یہ واقعہ سفرِ لنڈن کا ہے جس کے دوران میں بڑے آدمیوں کی ملاقات کے خیال سے میں پیرس میں بعض ساتھیوں سمیت ایسے ہوٹل میں ٹھہرا تھا جسے فرسٹ کلاس ہوٹل کہا جاسکتا ہے مگر وہاں بھی جن کمروں میں ہم ٹھہرے تھے فرسٹ کلاس کمرے نہ تھے بلکہ تھرڈ کلاس کمرے تھے۔ اس کے علاوہ باقی جس قسم کے ہوٹلوں میں ہم ٹھہرے اور جس قسم کا ہم نے کھانا کھایا ان میں سے ایک ہوٹل کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُس کا کھانا کھا کر مجھے آٹھ دن دست لگے رہے تھے۔ پس ساری عمر میں مجھے اس فرسٹ کلاس ہوٹل میں ٹھہرنا یاد ہے اور وہ بھی تبلیغی ضرورتوں کیلئے تھا باقی کبھی فرسٹ کلاس ہوٹل میں مَیں نہیں ٹھہرا اور نہ کبھی میری بیویاں۔ سوائے ۱۹۱۸ء کے فرسٹ چھوڑ تھرڈ کلاس ہوٹل میں ٹھہریں۔ بہر حال کسی ہوٹل کو فرسٹ اور سیکنڈ کلاس ہوٹل سمجھنا بھی اپنی اپنی نگاہ پر منحصر ہوتا ہے اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ اس دوست نے جھوٹ بولا ہے ممکن ہے انہوں نے دہلی والا واقعہ کسی سے سن کر ہی یہ بات کہہ دی ہو۔ یا پھر ممکن ہے معمولی ہوٹل کو بھی وہ اپنی نگاہ میں فرسٹ اور سیکنڈ کلاس ہوٹل سمجھتے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ کوئی چوڑھا لاہور کے پاس سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا ہزاروں آدمی رو رہے ہیں۔ وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے سمجھا خبر نہیں کیا بات ہوگئی ہے جب بابو جیسے (یعنی والد جیسے) مر گئے تو رنجیت سنگھ بیچارہ کون سے حساب میں تھا۔ گویا اُس چوڑھے نے اپنے

باپ کو فرسٹ کلاس آدمی سمجھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تھرڈ کلاس۔ پس یہ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کہنے والے نے یہ بات جھوٹ کہی یا فریب کیا ممکن ہے انہوں نے میرے دہلی میں ٹھہرنے کا واقعہ سنا ہو اور اسی کو انہوں نے فرسٹ کلاس ہوٹل میں ٹھہرنا قرار دے لیا ہو مگر جس نیت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے وہ بے شک منافقت والی ہے۔

پھر مشہور کیا جاتا ہے کہ قادیان میں بہت سے منافق رہتے ہیں اور بڑی بڑی میٹنگیں کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان میٹنگوں کی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں اور وہ ایسی دلچسپ ہوتی ہیں کہ ان کو پڑھ کر الف لیلہ کا سا لُطف آتا ہے۔ تقریریں یہ ہوتی ہیں کہ اپنی جانیں قربان کردو اور بہادری و جرأت کا نمونہ دکھاؤ مگر بتایا یہ جاتا ہے کہ وہ چھپ کر سڑکوں سے دور بیٹھے باتیں کر رہے تھے تا جماعت احمدیہ کا کوئی جاسوس ان کی نقل و حرکت کو معلوم نہ کرے اور ان کی باتوں کا پتہ نہ لگائے۔ ادھر تو اتنی بہادری کے دعوے کئے جاتے ہیں کہ کہا جاتا ہے اپنی جانیں قربان کردو اور دوسری طرف اتنا اِخفاء کیا جاتا ہے کہ کوشش کی جاتی ہے ہمارا کوئی آدمی ان کی باتیں نہ سن لے۔

منافقوں کی یہ بہادری ایسی ہی بہادری ہے جیسے چوہوں کے متعلق قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک روز مل کر مشورہ کیا کہ بلّی ہمیں روز مار جاتی ہے اس کا کوئی علاج کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے بیٹھ کر طے کیا کہ بلّی کا مقابلہ کرنا چاہئے اس پر فیصلہ ہؤا کہ چوہوں کو اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کرنا چاہئے۔ چنانچہ بڑی بڑی تقریریں ہوئیں اور مطالبہ کیا گیا کہ کون ہے جو اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کرتا ہے اس پر بڑے بڑے چوہے اُٹھے۔ پچاس ساٹھ نے کہا کہ اب کی دفعہ بلّی آئی تو ہم اُس کی دُم پکڑ لیں گے، پچاس ساٹھ چوہوں نے کہا کہ ہم اُس کا دایاں کان پکڑ لیں گے، پچاس ساٹھ نے کہا کہ ہم اُس کا بایاں کان پکڑ لیں گے سَو دوسَو نے کہا کہ ہم اس کی گردن پکڑ لیں گے، سَو دوسَو نے کہا کہ ہم اس کی ٹانگوں سے چمٹ جائیں گے، غرض اسی طرح سینکڑوں چوہوں نے اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کر دیا اور کہا کہ ہم بلّی کو پکڑ لیں گے اور اسے جانے نہ دیں گے۔ جب چوہے یہ تقریریں کر رہے اور قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے تو گوشہ سے میاؤں کی آواز آئی یہ سنتے ہی سب چوہے بھاگ گئے۔ کسی نے کہا بھاگے کہاں جا رہے ہو؟ تم نے تو کہا تھا ہم بلّی کا کان پکڑ لیں گے، اُس کی گردن پکڑ لیں گے، اُس کی دُم سے چمٹ جائیں گے

اور اُسے مار ڈالیں گے اب بھاگتے کیوں ہو؟ وہ کہنے لگے سب کچھ طے ہو گیا تھا مگر میاؤں پکڑنے کا تو کسی نے وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہی حال منافقین کا ہے وہ بھی جانیں قربان کرنے کا اعلان کرتے ہیں مگر میاؤں سے بھاگ جاتے ہیں اور اتنی جرأت نہیں کرتے کہ ہمارے کسی آدمی کے کان کو اپنے قریب آنے دیں۔ ہاں زبان سے یہ دعوے بھی کئے چلے جاتے ہیں کہ ہم جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔

میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ قادیان میں منافق ہیں اور یقیناً وہ منافقانہ چالیں چلتے ہیں لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ میٹنگ کرتے ہیں اور قادیان کے اکثر افراد منافق ہیں یہ محض جھوٹ اور افتراء ہوتا ہے۔ نہ کوئی میٹنگ ہوتی ہے نہ اور ایسی بات ہوتی ہے لیکن ان کی غرض اس قسم کی خبروں سے یہ ہوتی ہے کہ اس قسم کی میٹنگوں کی خبریں پڑھ کر لوگ گھبرا جائیں گے اور کہیں گے اَللّٰہُ اَکْبَرُ نہ معلوم اب کیا ہونے والا ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یونہی نام لے دیتے ہیں۔ مثلاً گزشتہ دنوں میں ایک شخص نے کہا کہ اب میں مرزائیوں کو بتا دوں گا کہ میرے اخبار میں چوہدری فتح محمد صاحب اور خان صاحب فرزند علی خود مضامین بھجوایا کرتے تھے اور میں تو ان کے چربے نکال کر اخبار میں دے دوں گا مگر کیا کچھ بھی نہ۔

اسی طرح جب شروع شروع میں شکایات کا یہ سلسلہ شروع ہؤا تو ہر ایک کے متعلق میرے پاس کوئی نہ کوئی خبر پہنچتی تھی اور کوئی ایسا نہ تھا جس کی منافقت کی اطلاع انہوں نے میرے پاس نہ بھجوائی ہو۔ میرے بھائیوں کے متعلق کہا گیا کہ وہ منافق ہیں، میرے بیٹوں کے متعلق کہا گیا کہ وہ منافق ہیں، میری بیویوں کے متعلق کہا گیا کہ وہ منافق ہیں، سلسلہ کے تمام ناظروں، سلسلہ کے قریباً تمام افسروں اور ان تمام کارکنوں کے متعلق جن کی کچھ بھی سلسلہ کی خدمات تھیں مجھے لکھا گیا کہ وہ منافق ہیں اور اس رنگ میں اطلاع دی جاتی کہ گویا ایک قیمتی راز ہے جو میرے پاس پہنچایا جا رہا ہے۔ کئی لوگ جنہیں اِن باتوں میں سے انفرادی طور پر کسی کے متعلق کوئی اطلاع پہنچتی تو وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آتے اور کہتے کہ فلاں کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ وہ منافق ہے۔ میں کہتا جانے دو تمہارے متعلق بھی منافقت کی اطلاع میرے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ اس سے منافقوں کی غرض یہ ہؤا کرتی تھی کہ شاید میں ان کی چالوں میں آ جاؤں گا اور سب کو منافق تسلیم کر لوں گا

حالانکہ یہ ہتھکنڈے تو شیطان کے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہیں اور جس نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہو وہ آدم کے وقت کی بات سے آج دھوکا نہیں کھا سکتا۔ میں گو آدم کے وقت میں نہیں تھا مگر قرآن کریم کے ذریعہ مَیں آدم کے وقت میں بھی تھا۔ میں پیدا بعد میں ہوا مگر قرآن کریم کے ذریعہ مَیں نوحؑ کے ساتھ بھی تھا، میں ابراہیمؑ کے ساتھ بھی تھا، میں موسیٰؑ کے ساتھ بھی تھا، میں داؤدؑ کے ساتھ بھی تھا، میں سلیمانؑ کے ساتھ بھی تھا، میں عیسیٰؑ کے ساتھ بھی تھا اور میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ بھی تھا۔ میں نے سب مخالفوں کو دیکھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ اپنی اِن چالوں کی وجہ سے جو انہوں نے پہلے انبیاء کے وقت اختیار کیں مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ ہاں میں منافقوں کو جانتا ہوں اور بیسیوں منافقوں کو جانتا ہوں۔ ان کو جانتا ہوں اس الٰہی علم کے ذریعہ سے جو مجھے عطا کیا گیا، ان کو جانتا ہوں ان کشوف اور رؤیا کے ذریعہ سے جو مجھے دکھائے گئے۔ پھر کئی ہیں جن کو علمِ ادراک کے ذریعہ جانتا ہوں۔ ایک شخص میرے ساتھ بات کرتا ہے اور میری روح اس کی روح سے ٹکرا کر معلوم کر لیتی ہے کہ یہ منافق کی روح ہے۔ پھر کئی ہیں جن کو ایسی شہادتوں سے جانتا ہوں جو معقول ہوتی ہیں اور قرآنی اصول کے مطابق صحیح ہوتی ہیں۔ اس کے سِوا جتنی باتیں بیان کی جاتی ہیں میں جانتا ہوں کہ وہ غلط ہیں۔ پس میں ان باتوں سے کیوں ڈروں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان اپنے اولیاء کو ڈرایا کرتا ہے[۳]۔ پس جبکہ شیطان اپنے اولیاء کو ڈراتا ہے تو میں شیطان اور اس کے چیلوں سے کیوں ڈروں۔ پس بے شک قادیان میں منافق ہیں اور باہر بھی منافق ہیں جو یہاں سے بھاگ کر گئے ہیں اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض بڑے بڑے مخلص بن کر دوسروں کو بہکاتے ہیں اور پھر جب گرفت کی جائے تو دلائل بھی دیتے ہیں جیسا عبداللہ بن ابی بن سلول اور دوسرے منافقین کا حال تھا۔ مگر قرآن مجید نے منافقین کی پہچان کیلئے بعض معیار بھی بتا دیئے ہیں اور وہ اتنے کھلے معیار ہیں کہ ہر شخص ان کے ذریعہ منافق کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ مگر لوگ عموماً اپنے جذبات کے تابع رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ منافقین کو نہیں دیکھ سکتے ورنہ اگر وہ اپنے آپ کو قرآن مجید کے تابع کر لیں تو انہیں ایسا نور مل جائے جس کی مدد سے وہ مؤمنوں اور منافقوں میں تمیز کر سکیں لیکن چونکہ وہ جذبات کے تابع رہتے ہیں قرآن مجید کے تابع اپنے آپ کو نہیں کرتے اس لئے وہ اُس نور سے محروم رہتے ہیں جس سے

منافقوں کو پہچانا جاسکتا ہے۔ پس میرے لئے منافقوں کو پہچاننا ایسا ہی آسان ہے جیسے زرد اور سرخ رنگ کا معلوم کرنا اس لئے کہ قرآن مجید نے وہ اصول اور گُر بتا دیئے ہیں جن سے منافقین کو پہچانا جاسکتا ہے۔

قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ شخص جو مؤمنوں کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے دیکھا! میں نے نہیں کہا تھا اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا وہ منافق ہے۔ قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ شخص منافق ہے جو قسمیں بہت کھاتا ہے، قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ لوگ جو مخلصین پر اعتراض کرتے اور مخالفین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں وہ منافق ہیں، قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ وہ شخص جو قربانی کے وقت پیچھے ہٹ جاتا اور لوگوں کو بھی ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور عذر تراشنے اور بہانے بنانے لگ جاتا ہے وہ منافق ہے، قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو شخص اپنی پرائیویٹ مجالس میں نظام پر اعتراض کرے اور کہے کہ قربانیوں سے جماعت تباہ ہوتی جارہی ہے وہ منافق ہے، غرض کئی علامتیں ہیں جو قرآن کریم نے ہمیں بتائیں۔ اگر کبھی منافقوں کے متعلق میں نے کوئی مضمون بیان کیا تو اس میں بہت سی علامتوں کا ذکر کروں گا مگر یہ موٹی موٹی باتیں ہیں اور ان سے اسی طرح منافقوں کو پہچانا جاسکتا ہے جس طرح روزِ روشن میں انسان ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو جذبات کے تابع ہوں جن کے دوست میں اگر کوئی عیب ہو تو وہ انہیں نظر نہ آئے لیکن اگر ان کا کوئی دشمن ہو تو فوراً وہ عیب انہیں اس میں نظر آنے لگے۔ ان کی نگاہوں سے منافق پوشیدہ رہتے ہیں صرف وہی منافقین کو پہچان سکتے ہیں جو ہر قسم کے بُغض، کینہ، حسد اور تمام اندرونی آلائشوں سے صاف ہوں۔ تب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور ملتا ہے اور وہ نگاہ عطا کی جاتی ہے جس سے وہ منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔

ان ہی منافقوں میں سے ایک نے یہ خبر میرے متعلق شائع کی ہے وہ مجھے چیلنج دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میاں صاحب ذرا ثابت تو کریں کہ جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں انہوں نے جمعہ کے سِوا کوئی نماز مسجد میں پڑھی ہو۔ اس امر کو اس شخص نے اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ ناواقف سمجھے کہ اتنا جھوٹ تو کوئی بول نہیں سکتا ضرور یہ بات سچ ہوگی لیکن ہر قادیان کا رہنے والا اور اکثر لوگ جو باہر سے آتے رہتے ہیں جانتے ہیں کہ اس شخص نے اوّل درجہ کا افتراء کیا ہے۔ ایسا افتراء کہ خود

اس کا باپ اس کے برخلاف اس امر پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوگا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے نزدیک مجھے اس قدر جادو آتا ہے کہ جب آپ لوگ صبح کی نماز میں آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نماز پڑھانے کیلئے مسجد میں آیا ہوں تو دراصل وہ میں نہیں ہوتا صرف آپ لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے، اِسی طرح ظہر کے وقت جب آپ لوگ آتے ہیں اور مجھے نماز پڑھاتے ہوئے دیکھتے ہیں تب بھی میرا جادو قائم ہوتا ہے اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو نماز پڑھا رہا ہوں حالانکہ حقیقت میں مَیں اُس وقت گھر بیٹھا ہؤا ہوتا ہوں، پھر عصر کی نماز میں جب آپ لوگ آتے ہیں اور مجھے نماز پڑھاتے دیکھتے ہیں تو یہ بھی ایک جادو ہوتا ہے، یہی حال مغرب اور عشاء کا ہوتا ہے آپ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ میں آپ کو نماز پڑھا رہا ہوں حالانکہ اس منافق کے قول کے مطابق میں اُس وقت گھر بیٹھا ہوتا ہوں۔ یہ جادو غالبًا احرار کی طرف سے ہی ہوتا ہوگا ہمیں تو اِس قسم کا جادو نہیں آتا۔ ہاں ان کے سیکرٹری مسٹر مظہر علی اظہر ہیں اور ان کے ہاں ایسا جادو پایا جاتا ہے۔ مظہر علی صاحب اظہر شیعہ ہیں اور شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب کافی میں لکھا ہے کہ ان کے امام صاحب نے ایک دفعہ کہا سوائے شیعوں کے جتنے لوگ ہیں سب حرامزادے ہیں۔ کسی نے کہا وہ حرامزادے کس طرح ہوگئے؟ روز لوگوں کے نکاح ہوتے ہیں اور ان نکاحوں کے بعد بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے امام صاحب کہنے لگے تمہیں پتہ نہیں یہ سب دھوکے کی بات ہے اصل بات یہ ہے کہ جس وقت کوئی سُنّی یا مجوسی یا عیسائی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو شیطان اس کی گردن پکڑ کر اسے الگ کر دیتا ہے اور خود اُس کا ہم شکل بن کر اس کی بیوی سے ہم صحبت ہو جاتا ہے بیوی سمجھتی ہے کہ میرا خاوند مجھ سے ہم بستر ہے مگر ہوتا دراصل شیطان ہے اس طرح شیعوں کے سِوا جس قدر لوگوں کی اولاد ہوتی ہے سب ولدالزنا ہوتی ہے۔ پس اگر احرار کے ہاں کوئی ایسا تماشہ دکھایا جاتا تو تعجب کی بات نہ تھی اور اسے سچ سمجھا جا سکتا تھا مگر ہمارے ہاں تو ایسی کوئی چیز نہیں۔

بعض منافقوں نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ خود مغربیت کے خلاف تعلیم دیتے ہیں مگر اپنی بیٹیوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں اور اس کے لئے استانی رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ جہاں میں نے مغربیت کے خلاف تقریر کی تھی وہیں اس بات کا جواب بھی دے دیا گیا تھا پھر لڑکیوں کیلئے استانی

رکھنے کا سوال تو دُور کا ہے اس سے زیادہ نمایاں ایک اور بات موجود ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا انگلستان میں انگریزی کی تعلیم حاصل کررہا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نمایاں مثال یہ ہے کہ میں نے خود انگریزی پڑھنے کی کوشش کی ہے اور انگریزی زبان کا لٹریچر منگوا کر پڑھتا رہتا ہوں لیکن اس کی وجہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں یہ ہے کہ مغربیت کسی مٹی کے ڈھیر کا نام نہیں جسے پیر مار کر ہم نے مٹانا ہے بلکہ مغربیت اُن آدمیوں کی طرزِ معاشرت اور طرزِ تمدن کا نام ہے جو انگریزی بولتے اور فرانسیسی وغیرہ زبانیں بھی استعمال میں لاتے ہیں۔ اس مغربیت کو کس طرح مٹایا جاسکتا ہے جب تک ہم خود انہی کی زبانوں میں مہارت پیدا کرکے انہیں اس کے نقائص نہ بتائیں اور انہیں اسلام کی تعلیم نہ پہنچائیں۔ پس جب میں نے کہا تھا کہ مغربیت کو کچل دو تو سوچنا چاہیئے کہ میرا اس سے کیا مطلب تھا۔ اگر تو میرا یہ مطلب تھا کہ مغربیت کے دِلدادوں کو زہر دے کر ماردو تو پھر تو سوال ہوسکتا تھا کہ جب انہیں مارنا ہے تو پھر ان کی زبانیں سیکھنے کا کیا مطلب۔ اور اگر میرا مطلب یہ تھا کہ اہلِ مغرب کو مسلمان بنا کر مغربیت کو کچلو تو پھر یہ فرض کس طرح ادا ہوسکتا ہے جب تک ہمارے مرد اور ہماری عورتیں انگریزی زبان نہ سیکھیں اور ان تک اپنے خیالات پہنچانے کے قابل نہ بن جائیں۔ میں نے تو کئی دفعہ اس بات پر زور دیا ہے کہ عورتوں کی تعلیم میں یہ نقص ہے بلکہ لڑکوں کی تعلیم میں بھی یہ نقص تھا جس کا انگریزی کے متعلق تو ازالہ ہوگیا ہے مگر عربی کے متعلق ابھی وہ نقص موجود ہے کہ ہمارے ہاں صرف لفظ رٹائے جاتے ہیں اس زبان میں بولنا نہیں سکھایا جاتا۔ بڑے بڑے مولوی بھی جب عربی میں بات کریں گے تو رہ جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل بے شک ہماری جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو عربی کے ماہر ہیں اور کچھ ہماری جماعت کا وہ حصہ ہے جو عربی ممالک میں رہنے کی وجہ سے عربی زبان میں اچھی طرح گفتگو کرسکتا ہے لیکن باقی مسلمانوں میں سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اشخاص بھی نَعَمْ اور لَا سے آگے نہیں چل سکتے اور نہ اپنے خیالات کا عربی میں اظہار کرسکتے ہیں۔ سر مارتے چلے جائیں گے اور کسی بات پر لَا اور کسی پر نَعَمْ کہہ دیں گے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے حالانکہ وہ عالم ہوتے ہیں اور واقعہ میں بڑے بڑے عالم ہوتے ہیں۔ اگر وہ کسی ادب کی کتاب پر حاشیہ لکھنے بیٹھیں تو ایسا زبردست حاشیہ لکھیں کہ عربوں اور مصریوں کو حیران کردیں گے لیکن چونکہ انہیں عربی میں باتیں کرنے کی مشق نہیں ہوتی

اس لئے اگر کسی سے عربی میں گفتگو کرنے کا موقع آئے تو وہ پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں حالانکہ علم سیکھنے سے غرض یہی ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ ہماری لڑکیوں کی انگریزی کی تعلیم میں یہ نقص خاص طور پر موجود ہے لڑکوں کی تعلیم میں بھی ہے مگر لڑکیوں کی تعلیم میں یہ نقص بہت زیادہ ہے زبانیں سکھائی جاتی ہیں مگر بولنا نہیں سکھایا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکی ایف۔اے تک تعلیم پالیتی ہے، بی۔اے ہو جاتی ہے لیکن جب اُس سے بات کرو تو اُس کی زبان پر Yes اور No کے الفاظ تک نہیں آسکتے۔ یہ نقص تعلیم میں اس لئے واقعہ ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کو انگریزی اور عربی میں بولنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی مشق نہیں کرائی جاتی حالانکہ جن لوگوں کو بولنے کی مشق ہو وہ تھوڑی سی تعلیم حاصل کر کے بھی اپنے مَافِی الضَّمِیر کا بخوبی اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ غرض انگریزی تعلیم حاصل کرنا مغربیت کا اثر قبول کرنا نہیں بلکہ مغربیت کے کچلنے کا یہ ذریعہ ہے اور اس چیز کو ہم جس قدر جلد حاصل کر سکیں حاصل کرنا چاہئے ہاں یہ احتیاط ضروری ہے کہ ہماری لڑکیاں مغربی اثر قبول نہ کریں۔ مگر زبان دانی کیلئے اگر ہم کوئی ایسا انتظام کریں جس سے ہمارے لڑکے اور لڑکیاں عربی اور انگریزی میں بخوبی گفتگو کر سکیں تو یہ بجائے قابلِ اعتراض امر ہونے کے مستحسن امر ہوگا۔ میں تو اس فکر میں ہوں کہ کچھ اور انتظام کر کے چار پانچ ہوشیار لڑکے مصر اور عرب میں بھجواؤں تا وہاں سے وہ زبان سیکھ کر آئیں اور پھر ایک بورڈنگ بنا دیا جائے جس میں ان کی زیرِ نگرانی لڑکوں کو عربی میں ہی گفتگو کرنے کی اجازت ہو۔ تا جب وہ تعلیم سے فارغ ہوں تو عربی میں عمدگی سے تقریریں کرنے والے ہوں۔ بھلا عربی یا انگریزی میں جب تک کوئی انسان تقریر نہیں کرسکتا اور اپنے خیالات کا اظہار نہیں کرسکتا اُس وقت تک اُس زبان کے سیکھنے کا فائدہ کیا ہوسکتا ہے۔ خالی کتابیں پڑھ لینا تبلیغ میں مفید نہیں۔ ہوسکتا ہے ہماری جماعت میں اس وقت صرف چند ہی لوگ ہیں جو عربی میں تقریریں کر سکتے ہیں اور وہ بھی اس لئے کہ وہ کچھ عرصہ تک غیر ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مثلاً ولی اللہ شاہ صاحب ہوئے، یا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیں کہ وہ مصر میں رہ آئے ہیں، مولوی جلال الدین صاحب شمّس ہیں، مولوی اللہ دتہ صاحب ہیں، ان کے بعد اللہ اللہ خیر صلاً۔ کسی نے دو چار فقرے بول لئے یا ایک دو علماء نے ہمت کر کے خود عربی میں بولنے کی مشق پیدا کر لی تو یہ اور بات ہے ہر شخص ایسی ہمت نہیں کرسکتا۔ بعض ایسی ہمت والے

ہوتے ہیں کہ خواہ مکمل سامان انہیں حاصل نہ ہوں پھر بھی وہ اپنی دھن میں لگے رہتے ہیں اور کامیاب ہوجاتے ہیں لیکن نوّے فیصدی عموماً ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب تک سامان ان کیلئے میسر نہ ہوں اُس وقت تک وہ کوئی کمال حاصل نہیں کرسکتے۔ پس میں تو انگریزی اور عربی دونوں کے متعلق اس فکر میں ہوں کہ اس طرح سکھائی جائیں کہ انسان اپنے تمام خیالات کا ان میں اظہار کرسکے اور لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے متعلق میری یہ سکیم ہے جب خدا تعالیٰ توفیق دے گا یہ بات پوری ہوجائے گی۔

غرض ایک طرف منافقین کی یہ چالیں ہیں اور دوسری طرف دشمن کی مخالفانہ چالیں ہیں لیکن میں سب کو بتادینا چاہتا ہوں کہ اوّل تو جاننے والے جانتے ہیں کہ ان باتوں میں سے سوائے دو باتوں کے جن میں کچھ کچھ سچائی کی ملونی پائی جاتی ہے باقی سب باتیں ایسی ہی جھوٹی ہیں جیسے پنجابی میں کہتے ہیں ''نرا لُون ہی گنہیا'' ہے اس قسم کے جھوٹ روحانی جماعتوں کے متعلق بجائے بداثر پیدا کرنے کے ہمیشہ انہیں فائدہ پہنچایا کرتے ہیں کیونکہ لوگ خود سمجھ جاتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولا جارہا ہے۔ لیکن میں تو ان چیزوں پر انحصار ہی نہیں رکھتا میں جانتا ہوں کہ جب میں جماعت کی اصلاح کیلئے کوئی قدم اُٹھاؤں کمزور اور منافق لوگ چیخنے لگ جاتے ہیں۔ پس دنیوی نقطہ نگاہ سے میں سمجھتا ہوں میں اپنے راستہ میں کانٹے بورہا ہوں۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مؤمن بغیر کانٹوں پر چلے منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا کرتا۔

ہماری جماعت لاکھوں کی ہے یا ہزاروں کی، مؤمنوں کی ہے یا منافقوں کی، مخلصوں کی ہے یا کمزوروں اور متردّدوں کی، اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جماعت کی خواہ کوئی تعداد ہو، جماعت کی خواہ کوئی حالت ہو میں یہ جانتا ہوں اور اُس وقت سے مجھے اس کا علم دیا گیا تھا جب مجھے ابھی یہ بھی پتہ نہ تھا کہ خلافت کیا چیز ہوتی ہے۔ جب مجھے اس بات کا بھی علم نہ تھا کہ خلافت کے مقام پر ایک زمانہ میں مجھے کھڑا کیا جائے گا، جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے اور میری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی، مجھے اُس وقت ہی بتا دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جس کی لوگ سخت مخالفت کریں گے مگر قیامت تک میرے ماننے والے میرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا اور نہایت ہی زوردار الفاظ

میں فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وہ لوگ جو تیری اتباع کریں گے وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مجھے یہ الہام ہؤا تھا اور اُس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ لوگ میری مخالفت کریں گے اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے مخالفوں اور موافقوں کے گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے مگر آج میں سمجھتا ہوں دوسرے الہاموں اور کشوف اور رؤیا کی وجہ سے اور ان حالات کی وجہ سے جو میرے پیش آ رہے ہیں کہ یہ الہام میرے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسے مقام پر کھڑا کیا کہ دنیا اس کی مخالفت کیلئے آ گئی۔ بیرونی مخالف بھی مخالفت کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور منافق بھی اپنے سروں کو اُٹھا کر یہ سمجھنے لگ گئے کہ اب ان کی کامیابی کا وقت آ گیا لیکن میں ان سب کو حضرت نوحؑ کے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جاؤ اور تم سب کے سب مل جاؤ اور سب مل کر اور اکٹھے ہو کر مجھ پر حملہ کرو اور تم مجھے کوئی ڈھیل نہ دو اور مجھے تباہ کرنے اور مٹانے کیلئے متحد ہو جاؤ پھر بھی یاد رکھو خدا تمہیں ذلیل اور رُسوا کرے گا، تمہیں شکست پر شکست دے گا اور وہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔

میں اپنی مشکلات کو سمجھتا ہوں، میں بلاؤں اور آفات کو سمجھتا ہوں، میں راستہ کے مصائب اور بھیانک نظاروں کو سمجھتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ جس کام کو میں نے اپنے سامنے رکھا ہے اِس جیسا عظیم الشان کام اپنے سامنے رکھنے کے بعد انسان کیلئے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو فتح کا جھنڈا اُڑاتا ہؤا گھر کو لوٹے یا اِسی کوشش میں اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کر دے اِس کے سِوا اور کوئی چیز نہیں جسے وہ قبول کر سکے اور میں نے بھی سوچ کر اور سمجھ کر اور تمام حالات کو جانتے ہوئے اپنا قدم اُٹھایا ہے۔ پس تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا نمازی سمجھتے اور مسجدوں میں آ آ کر گریہ وزاری کرتے ہیں، تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا عاقل اور دانا سمجھتے ہیں، تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا مدبر سمجھتے ہیں، تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے ہیں، تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا چالاک سمجھتے ہیں، وہ اپنی چالاکیوں اور اپنی تدبیروں اور اپنے اثروں اور اپنے علموں اور اپنے ظاہری تقویٰ اور لسّانی اور اپنی ہر اُس چیز کو لے کر جو انہیں حاصل ہے میرا مقابلہ کریں پھر دیکھ لیں کہ نہ ان کی خفیہ تدبیریں انہیں کام دیں گی اور نہ ان

کی ظاہری تدبیریں انہیں کوئی فائدہ پہنچاسکیں گی بلکہ ذلّت اور شکست انہیں نصیب ہوگی۔ اسی طرح میں بیرونی دشمنوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی بے شک زور لگالیں اور سلسلہ احمدیہ کومٹانے کیلئے انتہائی جدوجہد صرف کرلیں وہ بھی دیکھیں گے کہ ناکامی ونامرادی ان کے حصہ میں آئے گی اور سلسلہ احمدیہ کووہ ذرّہ بھربھی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے۔

میں نے اس وقت وہ بات پیش کردی ہے جس سے جھوٹ اور سچ کا پرکھنا بالکل آسان ہوجاتا ہے۔ میرا مستقبل میرے ہاتھ میں نہیں بلکہ میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنی کمزوریوں کوبھی سمجھتا ہوں، اپنی کوتاہیوں کوبھی جانتا ہوں مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس کام کو لے کر میں کھڑا ہؤا ہوں اِس کے کرنے میں مَیں نے کبھی کوتاہی نہیں کی، میں نے اسلام سے کبھی غداری نہیں کی، میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے یہی احساس میرے دل میں کام کرتا رہا ہے کہ احمدیت اور اسلام کی ترقی کیلئے اپنی ہر چیز قربان کردینی چاہیئے، یہ کام میں نے ہمیشہ کیا، ہمیشہ کرتا ہوں اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ ہمیشہ کرتا چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں اس مقصد کی برکت کواور میں جانتا ہوں کہ اِس وابستگی کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں کہ میرا کوئی دشمن مجھ پر غالب آسکے۔ پس خواہ جھوٹ کے ذریعہ ہمارے بیرونی دشمن ہمیں نقصان پہنچانا چاہیں اور خواہ جھوٹ کے ذریعہ اندرونی منافق ہمیں نقصان پہنچانا چاہیں دونوں کوخدا تعالیٰ ناکام رکھے گا اور کبھی ان کی آرزوئیں پوری نہیں کرے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا مخالف جھوٹ بولنے والا ہے پھر ہم کیونکر سمجھ لیں کہ وہ سچائی پر غالب آسکتا ہے۔ یہ بُزدل اور منافق ہمیشہ خفیہ منصوبوں سے کام لیتے ہیں مگر جن کا حوصلہ اتنا پست ہوکہ وہ اس انسان کے سامنے بھی اپنا مَافِی الضّمیر بیان نہ کرسکیں جسے خدا تعالیٰ نے نہ تلوار دی ہے نہ ظاہری حکومت، انہوں نے دنیا میں اور کیا کام کرنا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جو منافقین تھے وہ تو باوجود تلوار کا زمانہ ہونے کے بعض دفعہ بول پڑتے تھے مگر آج کل کے منافق تو منافقوں کے بھی منافق ہیں۔ جیسے کہتے ہیں ''گوہ درگوہ کُتّے کا گوہ''۔ کُتّا پاخانہ کھاتا ہے اور کُتّے کا پاخانہ تو پاخانے کا پاخانہ ہوتا ہے۔ ایسے ذلیل اور ناپاک وجودوں کو کب خدا تعالیٰ اپنی مقدس فتح سے برکت دے سکتا ہے۔ ان کا دنیا میں بھی منہ کالا ہوگا اور اگلے جہان میں بھی منہ کالا ہوگا۔

ہاں بعض باتیں لطیفہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور انہیں دیکھ کر ضرور افسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ ان منافقین میں سے ایک ایسا منافق بھی ہے جو اس ملک کا رہنے والا ہے جس نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید جیسا نیک انسان جو حضرت ابوبکرؓ کی مانند تھا ہمیں عطا کیا مگر افسوس اسی ملک نے اِس وقت ایک مسیلمہ کذّاب بھی پیدا کر دیا ہے۔ گویا اس ملک نے ایک ہماری طرف گوہر پھینکا اور ایک اُس نے زہر پھینکی۔ افغانستان نے ہمیں ایک صدیق دیا اور ایک ہمیں مسیلمہ کذّاب دیا۔ اس میں بھی شاید کوئی خدائی مصلحت ہوتی ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نظر بٹّو ہوتا ہے تا اس قوم کے لوگ تکبر نہ کرنے لگ جائیں اور فخر اور خیلاء[۴] کے خیالات میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ کہتے ہیں مور کے پاؤں نہایت بدصورت ہوتے ہیں جب وہ ناچ رہا ہوتا ہے اور اپنے پروں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوتا ہے تو اچانک اُس کی نظر اپنے پاؤں پر پڑ جاتی ہے اور وہ ناچنا بند کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی شاید اِسی لئے قوموں میں بعض باعثِ ننگ وجود بناتا ہے تا وہ جب اپنی قوم کے بعض ممتاز افراد کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں تو اپنے پاؤں پر کوڑھ کی حالت کو دیکھ کر تکبّر میں مبتلاء ہونے سے محفوظ رہیں۔ یہی افغانستان کی حالت ہے اس نے بھی ایک صدیق پیدا کیا اور ایک مسیلمہ کذّاب پیدا کیا مگر بہرحال ان فتنوں کے مقابلہ کی ہمیں فکر کرنی چاہئے تا وہ جو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں پورے ہوں اور دشمن اپنی تمام تدابیر میں خائب و خاسر رہے۔ اسی لئے میں نے جماعت سے کہا ہے کہ وہ دعائیں کرے اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کرے کہ وہ خود اِن مشکلات و مصائب کو ہٹائے۔

اس ہفتہ کا روزہ آخری روزہ ہوگا جن کو توفیق ملے گی وہ تو اس دن دعا کریں گے ہی مگر میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کے بعد بھی دُعاؤں میں لگی رہے اور بیرونی دشمنوں کے جھوٹوں اور کذب بیانیوں کو دیکھتے ہوئے اور دوسری طرف منافقین کی قبیح حرکات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی رہے کہ وہ ہمارا مالک اور آقا بیرونی دشمنوں کے حملوں سے بھی ہماری جماعت کو محفوظ رکھے اور اندرونی منافقین کی فتنہ آرائیوں سے بھی ہماری جماعت کو بچائے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے ہمارے راستہ سے ہٹا دے یا انہیں ہدایت دے کر ہمارا بھائی بنا دے۔

پس دعائیں کرو اور خاص طور پر دعائیں کرو مگر دعا کے پہلو کو ہمیشہ بددعا کے پہلو پر غالب رکھو۔ میں نے تجربہ کیا ہے آج ہماری جماعت میں بیسیوں ایسے مخلص ہیں جو چار یا پانچ یا دس سال پہلے منافق تھے اور بیسیوں ایسے ہیں جو آج سے دس یا بیس سال پہلے ہماری جماعت کے شدید مخالف تھے مگر آج وہ نہایت مخلص احمدی ہیں۔ اس لئے پہلے ہمیشہ یہی دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کو ہدایت دے اور اگر ہدایت کا قبول کرنا ان کیلئے مقدر نہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں تباہ کرے تا احمدیت کا بول بالا ہو اور شیطان اور اس کی ذرّیت کا منہ کالا ہو۔

(الفضل ۱۶؍مئی ۱۹۳۶ء)

۱؎ گاوَدی: بیوقوف۔ احمق

۲؎ بَدَرْرَو: نالی۔ گندہ پانی بہانے کی نالی۔ پانی باہر جانے کا راستہ

۳؎ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطَانُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَاءَ ہٗ (آل عمران:۱۷۶)

۴؎ خُیَلَاء: خود پسندی۔ غرور